شذرات

اس جدید سائنسی دور میں جہاں مختلف قسم کی ٹیکنالاجیوں کا تذکرہ عام ہے، وہاں انسانی دماغ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کے جدید فلسفیانہ خیالات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ تجلی کی حقیقت کو پرکھ سکتا ہے۔ اس ہیں حقیقتاً تجلیوں کی ثابتی ملتی ہے۔ اس کی وضاحت حضرت شاہ اسماعیل شہید کی کتاب عبقات میں ہے۔ اس تجلی ملکی کوئی انسان اس دنیا جاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، مخالفت نہیں کرسکتا۔ عبقات میں تحقیقاً آیا ہے کہ ولایت حاصل کرنے وا۔ لے مرتبے میں جب ولایت اپنی نہایت کو پہنچتی ہے تو نفس انسانی واجب تعالیٰ کے غلبے کی وجہ سے مضمحل ہوجاتا ہے اور لاہوت کی خصوصیتیں ہر طرف سے اسے گھیرتی ہیں، اس کی مثال ایسے ہے جیسے لوہے کو آگ میں ڈالا جائے اور آگ اس کو ہر طرف سے گھیرے۔ تب ہم نفس کی اس حالت کو اس جملے سے بیان نہیں کریں گے کہ وہ نفس رب کا عین بن گیا یا ایسے کہیں کہ رب اس میں داخل ہوا ایسے کہنا کفر ہے۔ ایسی تعبیر سے ہم نصاریٰ والی غلطی کر بیٹھیں گے۔ مگر ہم یہ کہیں گے کہ ربوبیت نے اس نفس کو گھیرا ہے۔ تب وہ نفس پہلے کی طرح ممکن نہ رہا، مگر ربوبیت نے اس کے امکان کو مغلوب کیا ہے اور وہ اس طرح چھپ گیا ہے کہ کوئی اس کا نام نہیں لے سکتا۔

اب یہ دیکھو کہ جب آگ لوہے کو گھیر لیتی ہے تو لوہا حقیقت میں لوہا ہی رہتا ہے۔ مگر اس میں جو حدیدیت لوہے والی کیفیت تھی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ رنگ ہے تو آگ کا، نور ہے تو آگ کا، جلنا ہے تو آگ کا اور پگھلنا ہے تو آگ کا۔ وہاں ہر چیز آگ ہی آگ نظر آتی ہے۔ اس رنگ اور نور کی مالک وہی آگ ہے جس نے لوہے کا گھیرا کیا۔ لوہا اس کا مالک نہ ہوا، اس حالت کی صحیح تعبیر یہی ہے مگر جن لوگوں نے یہ کہا کہ لوہا آگ ہوگیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کو اس طرح کی تاویل پکارا جائے گا اور مطلب ٹھیک نہیں نکل سکتا ہے اور جس نے یہ کہا کہ لوہا اس وقت آگ ہے اور جب آگ لوہے والی شکل اختیار کرتی ہے تو یہ بہت بڑی غلطی ہے، کیونکہ آگ لوہے کی شکل اختیار نہیں کرسکتی، باقی جو یہ کہے کہ آگ نے لوہے کو گھیرا ہے اور لوہے کی حدیدیت آگ کی روشنی میں چھپ گئی تو یہ سچ ہے۔

انسانیت کا سیدھا واسطہ ایک مرکز سے ہے، جسے شاہ ولی اللہ صاحب کے فلسفے میں

حظیرۃ القدس کا نام دیا گیا ہے، جب تک انسانیت کو اس دنیا میں رہنا ہے اس وقت تک اس انسانیت کی حفاظت کی ذمیداری اس مرکز کی ہے۔ جب بھی انسانیت میں کوئی مصیبت پیدا ہوتی ہے جس سے اس کے ختم ہوجانے کا خطرہ اور خوف پیدا ہوتا ہے تو اوپر کے مرکز میں اس کے لئے کوئی تجویز سوچی جاتی ہے، جس سے اس خطرہ کو ٹالا جائے۔ اس مرکز حظیرۃ القدس کی یہ نئی تدبیریں نبوتوں کے نزول کا سبب بنتی رہیں۔ انسانیت کے اس خطرات کو ٹالنے کا نام انقلاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کے ایک بڑے انقلاب کے وقت دنیا میں آئے اور انسانیت کو بنانے والی ایک ایسی بین الاقوامی تعلیم لائے جس سے بلند اور جامع تعلیم نوع انسانی کے لئے ناممکن ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانیت کو کسی بھی نئی نبوت کی حاجت نہ رہی۔ مگر اس تعلیم میں جو نیشنل اور قومی خرابیاں جدا جدا قوموں میں پیدا ہوتی ہیں ان کا اثر بین الاقوامی ہوسکتا ہے اور جو غلط تدبیریں ایسی ہوں گی جن سے بین الاقوامی تحریک کو سیدھی طرح سے خطرہ پیدا ہو تو اسے روکنے کے لیے حظیرۃ القدس مرکز میں نئی نئی تدبیریں اور تجویزیں سوچی جاتی ہیں اور ان کو الہام کے ذریعے انسانیت میں پھیلایا جاتا ہے اور اس طرح ہر قوم کی اصلاح ہوتی رہتی ہے جیسے پہلے ہر قوم میں نبی آتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بلند دستور العمل (پروگرام) قرآن مجید کی شکل میں ایسے محفوظ کیا گیا ہے کہ جب تک زمین کے گول پر انسانیت قائم ہے قرآن کا یہ پیغام کام دیتا رہے گا، اس وجہ سے نیا الہام قرآن کریم کی تعلیم کے اندر آئے گا۔ شاہ صاحب رح نے اس کتاب کے خطبے میں جو لفظ "ملھم الحکم" حکمتوں کو الہام کرنے والا لفظ بولا ہے وہ اس اوپر والی تحقیق کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا پروگرام جو قرآن مجید میں ہے اسے مکمل طور پر محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس کی حفاظت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ بلکل محفوظ ہیں دوسرا درجہ یہ ہے ان الفاظ کی جن ذریعوں سے انسانیت سمجھ سکتی ہے، جو ہر بڑی قوم کی زبان میں اس کے صحیح تراجم ہیں۔ یہ بھی محفوظ کئے گئے ہیں۔

جامع کلمات: قرآن کریم کے سوا انسانیت کی رہبری کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع

کلمات بھی ہیں۔ کلمہ مشہور لفظ ہے۔ ایک بات ایک کلمہ ہے۔ حکمت کے بیان کے لئے بڑے بڑے لیکچر اور بڑے بڑے کتاب لکھے جاسکتے ہیں، مگر اس کے احوال ایک کلمے میں آسکتے ہیں۔ یہاں ہر ایک کلمہ کو ایک جملہ کہتے ہیں۔ حکمت کے سیکھنے کے درجے میں ابتدائی درجہ انسان کے انفرادی اخلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا درجہ انسان کے گھر بنانے سے واسطہ رکھتا ہے۔ تیسرا درجہ انسان کے گاؤں بنانے سے وابستہ ہے۔ آگے چل کے یہ درجہ دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے جو بڑے اور چھوٹے شہر ہیں۔ اس کے بعد چوتھا درجہ چھوٹے اور بڑے شہروں کو ملا کے ملک بنانا، اس سے اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ اسے انٹر نیشنل حکمت کہا جاتا ہے۔ جب کہ دنیا انسانیت آبادی اور گاؤں کے پھیلنے کی وجہ سے دنیا میں تقسیم ہوگئی ہے اور زمین کے جدا جدا حصے الگ الگ مزاج کو جنم دیتے ہیں۔ اس وجہ سے زمین کے بڑے بڑے حصوں میں قومیں آپس میں مل کے مختلف بین الاقوامی انٹر نیشنل ازم پیدا کرتی ہیں۔ اس کا آخری اجتماع جسے عالمگیر بین الاقوامیت کہا جاتا ہے، انسانیت کی آخری تحریک ہوگی۔ اس طرح کی تعلیم کا ارادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا اور اس طرح کی کوشش حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کی۔ ہمیں چونکہ دوسری اقوام کے بارے میں پوری معلومات نہیں ہے لیکن ملت ابراھیمی کے باہر جن اقوام کے بارے میں جسے قرآن صابی کہتا ہے ان کے بارے میں ہم یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ ان خطوں کے رہنما اور رہبر اس عالمگیر انٹر نیشنل ازم کے ہادی ہونے کی کوشش میں لگے رہے ہوں گے۔ مگر ہمارا ایمان عقیدہ اور علم ہے کہ اس اعلیٰ عہدے پر پہنچنے میں کامیاب صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں اور آپ کی بلند تعلیم عالمگیر انسانیت پر حاوی اور محیط ہوئی ہے اور بس۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ تھے، اس وجہ سے سارے انبیاء میں آپ ممتاز تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بڑی بڑی تقریریں کرتے تھے نہ لیکچر دیتے تھے، نہ آپ کئی جلدوں میں کتابیں تصنیف کرتے تھے، نہ آپ نے باقاعدہ کالیج یا مدارس کی طرح تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ مگر آپ ﷺ اپنے جامع اور مختصر کلمات ارشاد فرماتے تھے جو حکمت کے سب درجات پر حاوی اور انسانیت کے ہر درجے کی رہنمائی کرتے تھے۔